حضرت احمد الرفاعیؒ اور سلسلۂ رفاعیہ مستشرقین کی نظر میں

Orientalists Viewpoint of Haḍrat Aḥmad al-Rifā‘ī and Rifā‘īya Order

Professor Dr Sultan Shah

Director Sheikh Abu al-Hassan Shazli Center for Tasawwuf/Dean Faculty of Languages, Islamic and Oriental Learning, GC University, Lahore, Pakistan:dr.sultanshah@hotmail.co.uk

Abstract

Rifā‘īya is a ṣūfī order that was founded by Sayyid Aḥmad Kabīr Rifā‘ī´. He was a contemporary of Shaikh ‘Abd al-Qādir Jīlānī, the founder of Qādirīya order. He was famous among people due to his knowledge, piety and services for preaching Islam. The founder of Rifā‘īya order has been referred to in *Tadhkiras* and works on Ṣūfī history. This paper underlines how orientalists have highlighted the life and achievements of Aḥmad Kabīr Rifā‘ī´and the order founded by him. The orientalists referred to herein are David Samuel Margoliouth, Sir H.A.R Gibb, John P.Brown. John Spencer Trimingham, John Renard, Joseph Mill, Valeri J. Hoffman-Ladd, Nile Green, Thomas Eich, Annemarie Schimmel and Clifford Edmund Bosworth. All these Western Scholars have generally eulogized the saint with a few exceptions while narrating saintly miracles.

Keywords: Orientalists,Taṣawwuf,Sayyid Aḥmad Kabīr Rifā‘ī, Rifā‘īya

حضور نبی کریم علیہ الصلوۃ والسلام دعوت الی الحق پر لبیک کہنے والے نفوسِ قدسیہ کا تزکیۂ نفس بھی فرماتے تھے۔ آپ ﷺ کے بعد یہ کام صوفیائے عظام نے سرانجام دیا۔ مختلف ادوار میں انسانوں کی تربیت اور کردار

سازی انہی اولیائے کرام کی محنت کے ذریعے ہوتی رہی۔ قرونِ اولی میں ان بندگانِ خدا نے اپنی پہچان کے لئے مختلف سلسلے قائم کر لیے جن میں قادریہ، سہروردیہ، چشتیہ، شاذلیہ، رفاعیہ اور نقشبندیہ زیادہ معروف ہیں۔ ان میں سے بعض طُرق کی کئی ذیلی شاخیں معرض وجود میں آگئیں اور بعض نے ترقی کر کے مستقل سلاسل کی شکل اختیار کر لی۔ عراق جہاں سے سلسلہ قادریہ اور سہروردیہ کا آغاز ہوا، وہاں ایک اور سلسلے نے بھی اسی خطے میں جنم لیا جسے طریقۂ رفاعیہ کے نام سے جانا جاتا ہے۔ اس صوفی سلسلے کے بانی سیّد احمد کبیر رفاعی قدس سرہ العزیز ہیں، جو عالمِ دین، فقیہ اور عارفِ کامل تھے۔ اُن کا تعلیم کردہ یہ سلسلہ عرب و عجم کے مختلف علاقوں میں خوب پھیلا، یہاں تک کہ اس سے وابستہ کچھ بزرگ ہندوستان تک بھی پہنچ گئے اور یہاں اس سلسلے کی ترویج کا آغاز ہوا۔

حضرت احمد کبیر رفاعیؒ اور ان کے سلسلے کا ذکر مختلف مسلمان مؤرخین، تذکرہ نویسوں اور صوفیۂ کرام نے کیا ہے۔ مسلم مصنفین کے علاوہ عالمِ غرب سے تعلق رکھنے والے دانشوروں نے انہیں خراجِ تحسین پیش کیا ہے جنہیں مستشرقین یا Orientalists کہا جاتا ہے۔ اس مقالہ میں یہ واضح کیا جا رہا ہے کہ مستشرقین نے حضرت احمد الرفاعیؒ اور ان کے ذریعے شروع ہونے والے سلسلۂ رفاعیہ کا ذکر کیا ہے۔ سچ تو یہ ہے کہ دنیائے تصوف میں اس سلسلے کا وہ مقام ہے کہ اغیار بھی اس کے بغیر تصوف کی تاریخ کو نامکمل سمجھتے ہیں۔ کسی عرب شاعر نے کہا تھا:

اَلْفَضْلُ مَا شَہِدَتْ بِہِ الْأَعْدَاءُ

(فضیلت ہے اس گواہی کو جو دُشمن دیں)

جن مستشرقین نے حضرت احمد الرفاعی قدس سرہ العزیز اور اُن کے سلسلہ کے متعلق لکھا ہے اُن میں مارگولیتھ، گب، جان پورٹر براؤن، جان اسپنسر ٹریمنگھم، جان رینارڈ، جوزف ہل، ویلیری، نائل گرین، تھامس ایشن، شمل اور بوسورتھ شامل ہیں۔

1۔ پروفیسر ڈیوڈ سیموئل مارگولیتھ (David Samuel Margoliouth)

مارگولیتھ (1858-1940ء) معروف برطانوی مستشرق تھا۔ اس نے اسلام اور مسلمانوں کے حوالے سے بہت تحقیقی کام کیے۔ ابتدا میں بہت مختصر وقت کے لیے وہ چرچ آف انگلینڈ کا پادری رہا۔ 1889ء سے 1937ء تک آکسفورڈ یونیورسٹی میں بطور پروفیسر عربی خدمات سرانجام دیں۔ اس نے اپنی زندگی کا کافی وقت مشرقِ وسطیٰ کے اسفار میں گزارا۔ اس کی معروف کتب درج ذیل ہیں:

1. Mohammed and the Rise of Islam
2. The Early Development of Mohammedanism
3. The Relations between Arabs and Israelites prior to the Rise of Islam

4. Cairo, Jerusalem, and Damascus: Three Clief Cities of Egyptian Sultans

مار گولیتھ نے انسائیکلوپیڈیا آف اسلام میں "الرفاعی" کے زیر عنوان اپنے مقالے میں حضرت احمد الرفاعی قدس سرہ العزیز اور ان کے سلسلہ رفاعیہ کا تعارف کروایا ہے۔ اس نے آپ کی تاریخ ولادت وانتقال، آپ کی علاقائی نسبت اور آپ کے خاندانی پسِ منظر کے حوالے سے لکھا ہے:

"Al-Rifā'ī, Aḥmad b. 'Alī Abu 'l-'Abbās, Shāfi'ī faḳīh by training and founder of the Rifā'iyya ṭarīḳa, dervish order. He was born in Muḥarram 500/September 1106 (or, according to other authorities in Radjab 512/October-November 1118) at Ḳaryat Ḥasan, a village of the Baṭā'iḥ or marshlands of lower 'Irāḳ between Baṣra and Wāsiṭ, whence the nisba sometimes given to him of al-Baṭā'iḥī, and he died at Umm 'Ubayda in the same region on 22 Djumādā 1578/23 October 1182 (see Ibn Khallikān, ed. 'Abbās, I, 171-2, tr. De Slane, I, 152-3), The nisba al-Rifā'ī is usually explained as referring to an ancestor Rifā'a, but by some is supposed to be a tribal name. This ancestor Rifā'a is said to have migrated from Mecca to Seville in Spain in 317/929, whence Aḥmad's grandfather came to Baṣra in 450/1058. Hence, he is also called al-Maghribī."[1]

ابو العباس احمد بن علی الرفاعی تربیت یافتہ فقیہ درویشی سلسلہ "طریقہ رفاعیہ" کے بانی تھے۔ آپ نے 22 جمادی الاوّل 578ھ (23 ستمبر 1383ء) کو ضلع واسط میں اُمِ عبیدہ کے مقام پر انتقال فرمایا۔ بعض مؤرخین کے مطابق آپ کی ولادت محرم 500ھ (ستمبر 1106ء) میں ہوئی جبکہ بعض دیگر کے مطابق رجب 512ھ (اکتوبر-نومبر 1117ء) میں قریۂ حسن کے مقام پر ہوئی جو ضلع بصرہ کا ایک گاؤں ہے (ابن خلکان مرتب عباس 1: 171-2، ترجمہ De Slane 152-3:1) یہ (ولادت وانتقال کے) مقامات جس خطے میں پائے جاتے ہیں اسے البطائح کہتے ہیں۔ مزید برآں آپ کو اسی نسبت سے البطائحی کہا جاتا ہے۔ الرفاعی کی وجۂ تسمیہ عام طور پر ان کے جدِّ امجد رفاعہ کا حوالہ بیان کیا جاتا ہے جبکہ بعض اسے قبائلی نام قرار دیتے ہیں۔ اس جدِّ امجد رفاعہ کے بارے میں بتایا جاتا ہے کہ انہوں نے 317ھ میں مکہ مکرمہ سے ہسپانیہ کے شہر اشبیلیہ ہجرت کی، جہاں سے احمد کے دادا 450ھ میں بصرہ آ گئے، اس لیے آپ کو المغربی بھی کہا جاتا ہے۔

---

[1] Margoliouth, D.S., "Al- Rifā'ī " The Encyclopedia of Islam (Leiden: E. J. Brill 1995) Vol. VIII, p. 524

پروفیسر مار گولیتھ نے بچپن میں ان کے یتیم ہونے، ان کی تعلیم اور اساتذہ، ننھیال اور خلافت کا ذکر ان الفاظ میں کیا ہے:

"Whereas according to some accounts he was posthumous child, the majority date his father's death 519 in Baghdād, when Aḥmad was seven years old. He was then brought up by his maternal uncle Manṣūr al-Batā'iḥī, resident at Nahr Daḳlā in the neighbourhood of Baṣra. This Manṣūr of whom there is a notice in Sha'rānī's Lawāḳiḥ al-Anwar, i. 178) is represented as the head of a religious community, called by Aḥmad (if he is correctly reported by his grandson, Ḳilāda, 88) al-Rifā'īya; he sent his nephew to Wāsiṭ to study under a Shāfi'ī doctor Abu 'l-Faḍl 'Alī al-Wāsiṭī and a maternal uncle Abū Bakr al-Wāsiṭī. His studies lasted till his 27th year, when he received an idjāza from Abu 'l-Faḍl, and the khirḳa from his uncle Manṣūr, who bade him establish himself in Umm 'Ubayda, where (it would seem) his mother's family had property, and where her father Yaḥyā al-Nadjdjārī al-Anṣārī was buried. In the following year (540) Manṣūr died and bequeathed the headship of his community (mashyakha) to Aḥmad to the exclusion of his own son."[2]

بعض تاریخی ذرائع کے مطابق آپ ایک ایسے بچے تھے جن کے والد گرامی ان کی ولادت سے قبل انتقال فرما گئے تھے، لیکن مؤرخین کی کثرت کے مطابق ان کے والد گرامی کی وفات 519ھ میں بغداد میں ہوئی جب احمد الرفاعی کی عمر سات برس تھی۔ پھر آپ کی پرورش آپ کے ماموں منصور البطائحی نے کی جو بصرہ کے قریب نہر دقلا کے باسی تھے۔ اس منصور (جن کا ذکر شعرانی نے لواقح الانوار، جلد۱، ص178 پر کیا ہے) کو ایک مذہبی گروہ کے سربراہ کے طور پر پیش کیا گیا ہے جسے احمد نے الرفاعیہ کے نام سے موسوم کیا ہے (اگر ان کے نواسے نے درست روایت کی ہے، قلادہ، ص88) انہوں نے اپنے بھانجے کو واسط میں شافعی عالم ابوالفضل علی الواسطی اور ایک ماموں ابوبکر الواسطی کے پاس تحصیلِ علم کی غرض سے بھیج دیا۔ ستائیس برس کی عمر میں وہ فارغ التحصیل ہوئے، تب انہیں ابوالفضل سے اجازت ملی اور اپنے ماموں منصور سے خرقہ عطا ہوا، جنہوں نے اسے اُم عبیدہ میں اپنی (خانقاہ) قائم کرنے کا حکم دیا۔ جہاں (یوں دکھائی دیتا ہے) ان کی والدہ محترمہ کے خاندان کی جائیداد تھی اور جہاں ان کے والد یحییٰ النجاری الانصاری مدفون تھے۔ اگلے برس منصور کا انتقال ہو گیا۔ انہوں نے وصیت کی تھی کہ میرے صاحبزادے کے بجائے احمد (الرفاعی) کو میری جماعت کا سربراہ بنایا جائے۔

---

[2] Ibid, pp. 524-5

یہی مستشرق اُن کے مریدین اور اُن کے پاس آنے والے عقیدت مندوں کا ذکر کرتے ہوئے رقمطراز ہے:

"His activities appears to have been confined to Umm ʻUbayda and neighbouring villages, whose names are unknown to the geographers; even Ummi ʻUbayda is not mentioned by Yāḳūt, though found in one copy of the Marāşid al-Ittilāʻ. This fact renders incredible the huge figures cited by Abu ʻl-Hudā for the number of his disciples (murīdīn) and even deputies (khulafā), the princely style and the colossal buildings in which he entertained them. Sibt ibn al-Djūzī in Mirʻat al-Zamān (Chicago, 1907, p. 236) says that one of their shaikhs told him he had seen some 100,000 persons with al- Rifāʻī on a night of Shaʻbān. In Shudjarat al- Dhahab the experience is said to have been Sibt ibn al-Jauzi's own, though this person was born 581/1185, three years after al-Rifāʻī's death. In Tanwīr al-Abṣār (p. 7, 8) his grandfather as well as himself is credited with the assertion."[3]

آپ کی سر گرمیاں اُمّ عبیدہ اور اس کے گردونواح کے دیہات تک محدود رہیں۔ جن کے نام جغرافیہ دانوں کو معلوم نہیں ہیں، حتیٰ کہ اُمّ عبیدہ کا ذکر یاقوت نے نہیں کیا۔ اگرچہ مراصد الاطلاع کے ایک نسخہ میں یہ موجود ہے۔ ابوالھدیٰ کی بیان کردہ مریدین اور حتیٰ کہ خلفاء کی بڑی تعداد، شاہی انداز رکھنے والی زبردست عمارات جن میں اُن کی خاطر مدارت کی جاتی تھی، یہ بات ناقابل یقین لگتی ہے۔ سبط ابن الجوزی مرآۃ الزمان میں کہتے ہیں کہ ایک شیخ نے اُسے بتایا کہ اس نے شعبان کی ایک رات الرفاعی کے ایک لاکھ عقیدت مندوں کو دیکھا تھا۔ شجرۃ الذھب میں سبط ابن الجوزی نے اسے اپنا واقعہ قرار دیا ہے، اگرچہ یہ شخص الرفاعی کے انتقال کے تین برس بعد 581ھ میں پیدا ہوا۔ تنویر الابصار میں (ابن جوزی کے) دادا اور وہ خود بھی اس دعویٰ کا کریڈٹ لیتے ہیں۔

مارگولیتھ نے حضرات احمد الرفاعیؒ کی تحریروں اور ملفوظات کے حوالے سے اپنی تحقیق ان الفاظ میں رقم کی ہے:

"His followers do not attribute to him any treatises, but Abu'l-Hudā produces I. two discourses (madjlis) delivered by him in 577/1181 and 578/1182-3 respectively; 2 a whole diwan of odes; 3. a collection of prayers (adʻīya), devotional exercises (awrād), and incantations (aḥzāb); 4. a great number of casual utterances, sometimes nearly of the length of sermons, swollen by frequent repetitions. Since in 1, 2 and 4 he claims descent from 'Alī and Fāṭima, and to be the substitute (nā'ib) for the Prophet on earth, whereas his biographers insist on his humility, and

[3] Ibid p. 325

disclaiming such titles as ḳuṭb, ghawth, or even shaykh, the genuineness of these documents is questionable."[4]

اُن کے پیروکاران سے کوئی تصنیف منسوب نہیں کرتے لیکن ابوالھدیٰ نے درج ذیل کتب کے نام پیش کیے ہیں:

1۔ دو مجالس میں اُن کا بیان جو بالترتیب 577ھ/1181ء اور 578ھ/83-1182ء میں ارشاد فرمایا؛

2۔ غزلوں پر مبنی مکمل دیوان؛

3۔ ادعیہ اور اوراد اور احزاب کا ایک مجموعہ؛

4۔ اتفاقیہ بیانات کی ایک بڑی تعداد، بعض اوقات جو قریباً خطبہ کے برابر ہوتے۔

چونکہ مذکورہ بالا 1، 2، اور 4 میں علی اور فاطمہ کی اولاد ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں جبکہ اُن کے سوانح نگار اُن کی عاجزی اور قطب، غوث حتیٰ کہ شیخ جیسے خطابات کا دعویٰ نہ کرنے پر اصرار کرتے ہیں۔ ان دستاویزات کا اصلی ہونا قابلِ اعتراض ہے۔

حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی قدس سرہ العزیز سے اُن کے تعلق کے حوالے سے مارگولیتھ لکھتا ہے:

"Inconsistent accounts are given of his relations with his contemporary ʿAbd al-Ḳādir al-Djīlānī [q.v.]. In the Bahjat al-asrār of Nūr al-Dīn al-Shaṭṭanawfī it is recorded by apparently faultless isnāds on the authority of two nephews of al-Rifāʿī, and a man who visited him at Umm ʿUbayda in 576/1180-1, that when ʿAbd al-Ḳādir in Baghdād declared that his foot was on the neck of every saint, al-Rifāʿī was heard to say at Umm Ubayda "and on mine". Hence some make him a disciple of ʿAbd al-Ḳādir. On the other hand, Abu'l- Hudā's authorities make ʿAbd al-Ḳādir one of those who witnessed in Medina in the year 555/1160 the unique miracle of the Prophet holding out his hand from the tomb for al-Rifā'ī to kiss; further, in the list of his predecessors in the discourse of 578/1182-3, al- Rifāʿī mentions Manṣūr but not ʿAbd al-Ḳādir. It is probable, therefore, that the two worked independently."[5]

اُن کے ہمعصر عبدالقادر جیلانی سے اُن کی رشتہ داری کی متضاد تفصیل دی گئی ہے۔ نورالدین الشطنوفی کی بہجۃ الاسرار میں درج ثقہ اسناد سے الرفاعی کے دو بھتیجوں اور ایک شخص سے جس نے ام عبیدہ میں 571ھ/81-

[4] Ibid p. 525
[5] Ibid

1180ء میں حاضری دی، یہ روایت کیا گیا ہے کہ جب عبدالقادر نے بغداد میں اعلان فرمایا کہ میرا قدم تمام اولیاء کی گردن پر ہے، الرفاعی نے اُمّ عبیدہ میں سن کر کہا "اور میری (گردن) پر"۔ چنانچہ بعض اسے عبدالقادر کا مرید بنادیتے ہیں۔ دوسری طرف ابوالھدیٰ کے ذرائع عبدالقادر کو ایسا شخص بتاتے ہیں جنہوں نے 555ھ/1140ء میں مدینہ طیبہ میں پیغمبر اقدس ﷺ کا یہ منفرد معجزہ دیکھا کہ آپ نے اپنا دست مبارک روضہ اقدس سے باہر نکالا کہ الرفاعی اسے بوسہ دے سکیں، مزید برآں اپنے پیش رؤوں کی فہرست میں الرفاعی 578ھ/3-1182ء کی ایک مجلس میں (اپنے مرشد کے طور) عبدالقادر کے بجائے منصور کا نام بتاتے ہیں۔ اس لیے امکان یہ ہے کہ دونوں نے جداگانہ طور پر کام کیا۔

مارگولیتھ نے اُن کی ازدواجی زندگی اور اولاد کی تفصیل ان الفاظ میں رقم کی ہے:

Details of his family are quoted from the work of al- Farūthi, grandson of a disciple named ‘Umar. According to him, al-Rifā‘ī married first Manşūr's niece Khadidja; after her death, her sister Rābia; after her death Nafīsa, daughter of Muḥammad b. al-Ķāsimiyya. There were many daughters; also three sons, who all died before their father. He was succeeded in the headship of his order by a sister's son, ‘Ali b. ‘Uthman.[6]

ان کے خاندان کی تفصیل فاروثی کے کام سے نقل کی گئی ہے جو عمر نامی مرید کا پوتا تھا۔ اس کے مطابق الرفاعی نے منصور کی بھتیجی سے شادی کی، اس کی وفات کے بعد اس کی بہن رابعہ سے نکاح کیا اور ان کی وفات کے بعد نفیسہ بنت محمد القاسمیہ سے رشتۂ ازدواج استوار کیا۔ ان کی متعدد دختران تھیں اور تین صاحبزادے بھی تھے، سب اپنے باپ کی زندگی میں ہی اللہ کو پیارے ہوگئے۔ آپ کی بہن کے صاحبزادے علی بن عثمان آپ کے بعد سلسہ کے سربراہ بنے۔

2۔ سرایچ۔اے۔آر۔گب (Sir Hamilton Alexander Rosskeen Gibb)

اسکاٹ لینڈ کے معروف مستشرق اور مؤرّخ گب (1885-1971ء) نے اسلام کے جدید رجحانات (Modern Trends in Islam)، *مطالعہ تہذیب اسلامی* (**Studies on the Civilization of Islam**) اسلام: ایک تاریخی سروے (Islam: An Historical Survey) ، وسطِ ایشیاء میں عربوں کی فتح (The Arab Conquest in Central Asia) اور عربی ادب: ایک تعارف

[6] Ibid

(Arabic Literature-An Introduction) کے عنوانات پر کتب لکھیں۔ اُن کی سب سے معروف تصنیف "اسلام: ایک تاریخی جائزہ " (Mohammedanism: An Historical Survey) ہے، جس میں اُنہوں نے مختلف سلاسلِ طریقت کا بھی ذکر کیا ہے۔ موصوف نے سلسلہ عالیہ رفاعیہ اوراس کے بانی حضرت احمد کبیر رفاعی قدس سرہ العزیز کا ذکر ان الفاظ میں کیا ہے:

"The looseness of the Qadiriya favoured the development of numerous sub-orders, some of which have grown into independent organizations. One of the most important of these in Western Asia, the Rifā'īya, was founded by al-Jīlānī's nephew Aḥmad al-Rifā'ī (d.1182), also in Iraq. This order was distinguished by a more fanatical outlook and more extreme practices of self-mortification, as well as extravagant thaumaturgical exercises, such as glass-eating, fire-walking, and playing with serpents, which have been imputed to the influence of primitive Shamanism during the Mongol occupation of Iraq in the thirteenth century."[7]

قادریہ سلسلہ کمزور پڑ جانے کے باعث متعدد ذیلی شاخیں ترقی کرتی گئیں، جن میں سے بعض نشوونما پاتے پاتے آزاد تنظیمیں بن گئیں۔ مغربی ایشیاء کے ایک اہم ترین سلسلہ "رفاعیہ" کی بنیاد حضرت عبدالقادر جیلانی قدس سرہ العزیز کے بھانجے، احمد الرفاعی (متوفی 1184ء) نے عراق میں رکھی۔ اس سلسلے نے انتہائی جزباتی رجحان سے خود کو ممتاز بنالیا اور ریاضت کی انتہا درجے کی مشقتوں اور انتہائی سحر انگیز مشقیں، اختیار کرلیں، جیسے شیشہ کھا لینا، آگ پر چلنا، اژدہاؤں سے کھیلنا، یہ باتیں تیرہویں صدی میں منگولوں کے عراق پر قبضے کے دوران قدیم شمنزم کے زیر اثر ان سے منسوب کی گئیں۔

یہ تاثر بلکل غلط ہے کہ سلسہ رفاعیہ قادریہ کی ایک شاخ تھی جو ترقی کرکے ایک الگ شکل اختیار کرگیا۔

مصر میں اس سلسلے کی ذیلی شاخوں کا ذکر بھی پروفیسر گب نے مختصراً کیا ہے، اس سلسلے میں وہ رقمطراز ہے:

"During St. Louis's invasion of Egypt in the Seventh Crusade a Rifā'ī disciple, the Egyptian Aḥmad al-Bedawī (d.1276), played a notable part in stirring up the population to resist the invaders. The order which he founded, called after him the Bedawiya or Aḥmadiya, is the most popular 'rustic' order in Egypt, and became notorious for the orgies, inherited from early Egyptian practices, which until recent times accompanied the fairs around his tomb at Ṭanṭā, in the Delta. The other two popular orders in

---

[7] Gibb, H.A.R. Mohammedanism: An Historical Survey (New York: A Galaxy Book /Oxford University Press, 1962) p.156

Lower Egypt, the Bayyūmī and Dasuqī orders, are both offshoots of the Bedawiya."[8]

سینٹ لوئیس کے مصر پر حملے کے دوران ساتویں صلیبی جنگ میں رفاعی سلسلہ سے وابستہ ایک مصری احمد بدوی المتوفی 1276ء نے حملہ آوروں کے خلاف مقامی آبادی کو مزاحمت پر برانگیختہ کیا۔ جس سلسلہ کی اُنہوں نے بُنیاد رکھی، اُن کے نام پر بدویہ یا احمدیہ کہلاتا ہے جو مصر میں بہت مقبول دیہاتی سلسلہ ہے اور جو اپنی شاہ خرچیوں کے باعث بدنام ہے۔ انہیں ابتدائی مصری طور طریقے ورثے میں ملے جو حالیہ وقتوں تک ڈیلٹا(Delta) میں طنطا کے مقام پر اُن کے مزار کے گرد میلوں کے ساتھ جاری ہیں۔ زریں مصر میں بیومی اور دسوقی سلسلے دونوں ہی بدویہ کی ذیلی شاخیں ہیں۔

3۔ جان پی۔ براؤن(John P. Brown)

جان پورٹر براؤن(1814-1872ء)ایک امریکی سفارت کار اور اسلامی دنیا کی تاریخ اور زبانوں کا ماہر تھا۔ براؤن نے The Dervishes or Oriental Spiritualism کے عنوان سے 1868ء میں ایک کتاب لکھی ہے جس میں اُس نے دوسرے سلاسل اور سلسلۂ رفاعیہ کا ذکر یوں بیان کیا ہے:

"Their exercises consist, like those of the Rufā'ees and other Orders, at first in seating themselves, and afterwards in rising upright; but in often changing the attitude, and in redoubling their agitation even until they become overcome with fatigue, when they fall upon the floor motionless and without knowledge, then the Sheikh, aided by his vicars, employs no other means to draw them out of this state of unconsciousness than to rub their arms and legs, and to breathe into their ears the words -La ilaha ill Allah-".[9]

اُن صوفیہ کے طور طریقے جیسا کہ رفاعیوں اور دوسرے سلاسل کے ہیں، پہلے خود بیٹھتے ہیں اور اُس کے بعد سیدھے کھڑے ہو جاتے ہیں لیکن اکثر پوزیشن تبدیل کرتے ہیں اور اس میں شدت کو دوگنا کر دیتے ہیں یہاں تک کہ وہ تھکاوٹ پر غلبہ پالیتے ہیں۔ جب وُہ زمین پر گر کر بے حس و حرکت ہو جاتے ہیں اور انہیں اپنا کچھ علم نہیں ہوتا۔ تب شیخ اپنے خاص افراد کی مدد سے انہیں اس بے ہوشی کی حالت سے باہر لانے کے لیے اُن کے بازو اور ٹانگیں ملنے کا کہتا ہے اور اُن کے کانوں میں "لاالٰہ الا اللہ" کے الفاظ پڑھ کر پھونکتا ہے۔

---

[8] Ibid, pp.156-7

[9] John P. Brown, The Dervishers, OR, Oriental Spiritualism (London; Trubner and Co., 1868) p.224

4۔جان اسپنسر ٹریمنگھم (John Spencer Trimingham)

گلاسگو یونیورسٹی، امریکن یونیورسٹی آف بیروت اور نیئر ایسٹ سکول آف تھیالوجی بیروت کے اُستاد اور محقق جان اسپنسر ٹریمنگھم (1904-1987ء) نے سلاسلِ تصوف پر "The Sufi Orders in Islam" کے عنوان سے بڑی محنت سے کتاب مرتب کی جس میں وہ سلسلۂ رفاعیہ اور اس کے بانی حضرت احمد بن علی الرفاعی قدس سرہ العزیز کے تعارف میں یوں رطب اللسان ہے:

"The Way of Aḥmad ibn ʻAlī ar- Rifāʻī (A.D. 1106-82) is no derivative from the Qādiriyya as has been claimed. On the contrary, he himself inherited a family Silsila and his order came into prominence as a distinctive Way from his lifetime, whereas the Qādiriyya did not emerge as a khirqa line until much later. The Rifāʻīyya was distinguished by peculiar practices deriving from Aḥmad himself and his centre in the Baṭā'iḥ counted as a focus of attraction for Sūfīs in a way that ʻAbd al-Qādir's ribāṭ in Baghdād did not."[10]

احمد بن علی الرفاعی (1106-1182ء) کا طریقہ سلسلۂ قادریہ سے نہیں نکلا جیسا کہ دعویٰ کیا جاتا ہے۔اس کے برعکس انہوں نے خود ایک خاندانی سلسلہ وراثتاً پایا اور ان کا سلسلہ ان کی اپنی زندگی ہی میں ایک امتیازی طریقے سے اُبھرا، جبکہ قادری سلسلہ بہت بعد تک بھی خرقہ (اگلی نسلوں تک منتقل) کرنے والے طریقہ کے طور پر نمودار نہیں ہوا تھا۔ رفاعی سلسلہ نے اپنی اُن مخصوص روایات کے ساتھ امتیاز حاصل کیا جو اُس نے احمد رفاہی سے حاصل کیں اور بطائح میں موجود اُن کا مرکز صوفیہ کی توجہ کا ایسا مرکز تھا جو بغداد میں موجود (شیخ عبدالقادر جیلانی) کے رباط کو حاصل نہیں تھا۔

یہ مستشرق حضرت شیخ احمد کبیر الرفاہیؒ کی حیات مبارکہ اور اُن کے سلسلے کے بارے میں مزید اپنے خیالات کا اظہار کرتا ہے جن کا خلاصہ ذیل کی سطور میں پیش خدمت ہے:

ابن الرفاہی کی زندگی کے بارے میں کم معلومات دستیاب ہیں لیکن یہ (شیخ شہاب الدین) سہروردی اور (شیخ) عبدالقادر جیلانی کی زندگیوں سے موازنہ کرنے کے لیے کافی ہیں، اُن کی ولادت ایک عرب خاندان میں ہوئی اور عراق میں بصرہ اور واسط کے درمیان نشیبی علاقے میں بطائح کے مقام پر تمام عمر گزار دی اور صرف ایک مرتبہ (1140ء میں) حج کے لیے وہاں سے نکلے۔ فقہ یا تصوف میں اپنی کم علمی کے باعث اُنہوں نے کچھ نہیں لکھا۔اُن

[10] Trimingham, J. Spercer, The Sufi Orders in Islam (Oxford: At the Clarendon Press, 1971) p. 37

سے منسوب چند اوراد شاید اصلی نہیں ہیں۔ بصرہ و کوفہ کا خطہ عربی تصوف کی تربیت گاہ تھا۔ شیخ معروف کرخیؒ المتوفی 813ء جن کے والدین صابی تھے، اسی علاقے سے تھے۔ اُن کے شیخ صحبت جنہوں نے انہیں پہلے خرقہ عطا کیا، وہ علی ابی الفضل القاری الواسطیؒ تھے، لیکن انہیں الرفاعیہ ایک مختصر مذہبی حلقہ اپنے ماموں منصور البطائحی المتوفی 540ھ / 1145ھ سے وراثتاً بھی ملا تھا۔ منصور نے انہیں خرقہ 27 برس کی عمر میں عطا کر دیا اور انہیں ام عبیدہ میں مقرر فرمایا۔ پھر اپنے انتقال سے قبل انہوں نے ان کو مشیخہ (روحانی دائرہ اختیار) اور سجادۃ الا ارشاد یا روحانی ہدایت کی سجاد گی عطا فرمائی۔ ابن خلکان قریباً 654ھ /1256ء میں رقمطراز ہے:

> ابوالعباس احمد بن ابی الحسن المعروف ابن الرفاعی ایک پاکیزہ انسان اور شافعی مذہب کے فقیہ تھے۔ نسلی اعتبار سے وہ ایک عرب تھے اور بطائح میں اُم عبیدہ نامی گاؤں میں رہائش پزیر تھے۔ فقراء کا ایک جم غفیر ان سے وابستہ ہو گیا۔ ان کے ہاتھ پر بیعت کر لی اور (بطور مرشد) اُن کی پیروی کرنے لگے۔ درویشوں کا سلسلہ جو اُن سے چلا، وہ الرفاعیہ یا البطائحیہ کہلاتا ہے۔ اُن کے پیروکار غیر معمولی احوال سے گذرتے ہیں جس کے دوران وہ زندہ سانپ کھاتے ہیں اور آگ سے دہکتے ہوئے تنوروں میں کُود جاتے ہیں، جس سے آگ بجھ جاتی ہے۔ یہ کہا جاتا ہے کہ وہ اپنے ملک علاقے (مرطوب نشیبی علاقے) میں شیروں پر سواری کرتے ہیں اور اسی طرح کے کارنامے سرانجام دیتے ہیں۔ وہ اجتماعات والی تقاریب مواسم کرتے ہیں۔ جن میں بے شمار فقراء کا اجتماع ہوتا ہے اور سب کے لیے ضیافت ہوتی ہے۔ الرفاعی بے اولاد فوت ہوئے لیکن اس علاقے میں روحانی اور دنیاوی جانشینی ان کے بھائی کی اولاد نے قائم رکھی ہوئی ہے۔[11]

اگرچہ احمد حقیقی مفکر نہ تھے لیکن اس نشیبی علاقے میں واقع اس خانقاہ کی شہرت دور دور تک پھیل گئی اور مہاجر صوفیہ کے لیے کشش کا مرکز بن گئی جن میں سے چار (صوفیہ) نے الگ طرق قائم کر لیے: بدویہ، دسوقیہ، شاذلیہ اور علوانیہ۔

5۔ جان رینارڈ (John Renard)

[11] Ibid, pp37-38

پروفیسر جان رینارڈ نے 1978ء میں ہارورڈ یونیورسٹی سے اسلامی علوم میں ڈاکٹریٹ کی ڈگری حاصل کی۔ وہ امریکہ کی سینٹ لوئیس یونیورسٹی میں پروفیسر ہیں۔ انہوں نے تصوف کے موضوع پر Historical Dictionary of Sufism کے عنوان سے ایک کتاب رقم کی ہے یہی کتاب The A to Z of Sufism کے عنوان سے بھی طبع ہوئی ہے؛ اس میں پروفیسر جان نے حضرت احمد الرفاعیؒ کا تعارف اس طرح کرایا ہے:

"Ar-Rifā'ī Aḥmad.c. 512/1118 [or 499/1106]- 578/1182). 'Irāqī Shāfi'ī religious Law scholar and founder of the Rifā'īya. Some sources credit him with having written miscellaneous poems, prayers, litanies, and discourses. He is said to have gathered remarkably large numbers of followers to hear him speak on special occasions, and to have emphasized the importance of poverty and asceticism."[12]

احمد الرفاعیؒ کی (ولادت 512ھ/ 1118ء یا 499ھ/1106ء، وفات: 578ھ/1182ء) عراق کے فقہ شافعی کے عالم اور سلسلۂ رفاعیہ کے بانی تھے۔ بعض ذرائع انہیں متفرق اشعار، مناجات، دعائے مغفرت اور ملفوظات کا کریڈٹ دیتے ہیں۔ ان کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ انہوں نے اپنے پیروکاروں کی قابلِ ذکر بڑی تعداد جمع کر لی جنہوں نے انہیں خاص مواقع پر گفتگو کرتے ہوئے سنا اور ان کے غربت اور ترکِ دنیا کی اہمیت پر زور دینے کے متعلق بتایا جاتا ہے)

رینارڈ نے سلسلہ "Order" کے تحت مختلف صوفی سلاسل کے بارے میں بتایا ہے اس میں انہوں نے سلسلۂ رفاعیہ کے بانی سید احمد الرفاعیؒ کو بھی (ان میں) شامل کیا ہے۔[13]

جان رینارڈ نے "رفاعیہ" کی ذیل میں رقمطراز ہے؛

"Rifā'īya. One of the earliest orders, founded in southern Iraq by Aḥmad ar-Rifā'ī and eventually established prominently throughout the central Middle East, Turkey, and North Africa. It also spread as far to the east as Indonesia and Malaysia, possibly as a result of the preaching of Rānīrī. Some scholars suggest that it was the most extensive of the orders prior to the dramatic spread of the Qādirīya. The order soon developed a reputation for emphasizing wonders and extreme behavior not unlike that associated with qalandars. One such ritual, still popular even in Southeast

[12] John Renard, Historical Dictionary of Sufism (Lanham: The Scarecrow Press Inc., 2005) p. 202
[13] Ibid, p.177

Asia, is called the dabbūs ("awl"), in which various parts of the body are pierced with no permanent sign of damage. Some are reported to have even removed their eyeballs from their sockets. Members of the organization have commonly been dubbed the "Howling Dervishes" as a result of certain ritual practices. It remains a major order in Egypt today, thanks in part to the influence long ago of one of the order's most famous sons, Aḥmad al-Badawī."[14]

رفاعیہ قدیم سلاسل میں سے ایک ہے،اس کی بنیاد جنوبی عراق میں احمد الرفاعی نے رکھی اور مناسب وقت پر یہ پورے مشرق وسطیٰ، ترکی، شمالی افریقہ میں نمایاں طور پر قائم ہوا۔ یہ ممکنہ طور پر رانیری کی تبلیغ کے نتیجے میں مشرق کی طرف انڈونیشیا اور ملائیشیا تک پھیل گیا بعض اسکالرز کے مطابق قادریہ کی مؤثر اشاعت سے قبل یہ سلسلہ تمام سلاسل سے زیادہ وسعت رکھتا تھا۔اس سلسلے نے جلد عجائبات پر زور دینے اور شدت پر مبنی رویوں کے حوالے سے شہرت حاصل کرلی جو قلندروں سے وابستہ کرامات سے مختلف نہیں تھے۔ایسی ایک رسم جو ابھی تک جنوب مشرق ایشاء میں حتیٰ کہ اب بھی مقبول ہے دبوس(اول) ہے جس میں جسم کے مختلف حصوں میں بغیر کسی مستقل نشان کے چھید کر دیے جاتے ہیں اور بعض کے متعلق روایت ہے کہ وہ اپنے خانۂ چشم سے اپنی آنکھیں تک باہر نکال پھینکتے ہیں۔اس تنظیم کے ممبران کو بعض مخصوص رسمی طریقوں کے نتیجے میں عام طور پر غوغائی درویش (Howling Dervishes) کہا جاتا ہے ۔ یہ مصر میں ایک بڑے سلسلے کے طور پر آج بھی موجود ہے جو جزوی طور پر اس سلسلے کے معروف فرزند احمد البدوی کے اثر کے باعث ہے۔

انہوں نے مختلف صوفیۂ کرام کی وفات کے سنین کے اعتبار سے بھی عراقی شافعی عالم اور بانی سلسلۂ رفاعیہ احمد الرفاعی کا ذکر کیا ہے اور 578ھ/1182ء کو اُن کا سالِ وفات قرار دیا ہے۔[15]

6۔جوزف ہل(Joseph Hill)

جوزف ہل نے کینیڈا کی البرٹا یونیورسٹی (University of Alberta) میں شعبۂ بشریات (Anthropology) میں ایسوسی ایٹ پروفیسر کی حیثیت سے خدمات سرانجام دے رہے ہیں۔انہوں نے ییل یونیورسٹی Yale University سے 2007ء میں ڈاکٹریٹ کی ڈگری حاصل کی ہے۔

---

[14] Ibid, p. 202
[15] Ibid, p. xxviii

جوزف ہل ایک مقالہ بعنوان Sufism Between Past and Modernity میں رقمطراز ہے:

"Two other early ṭuruq, the Suhrawardīyya and Rifā'īyya, also emerged in Baghdad during the late twelfth century… The Suhrawardiyya is now one of the largest turuq in South Asia, and the Riffā'īyya spread through Central Asia."[16]

دو ابتدائی (تصوف کے) طرق سہر وردیہ اور رفاعیہ بارہویں صدی کے آخر میں بغداد میں رونما ہوئے۔ سہر وردیہ جنوبی ایشیاء کے بڑے سلاسل میں سے ایک ہے اور دوسرا (سلسلہ طریقت) رفاعیہ وسط ایشیاء میں پھیل گیا۔

7۔پروفیسر ویلیری جے۔ہاف مین لاڈ (Valerie J. Hoffman-Ladd)

امریکی خاتون اسکالر ویلیری (پیدائش 1954ء) نے تصوف اور صوفیہ پر لکھا ہے۔ اُنہوں نے اپنے ایک مقالہ بعنوان "Devotion to the Prophet and His Family in Egyptian Sufism" (مصری تصوف میں پیغمبر اسلام ﷺ اور ان کی اہل بیت سے عقیدت) لکھا جو بین الاقوامی جرنل آف مڈل ایسٹ اسٹڈیز (Middle East Studies) میں شائع ہوا ہے۔ اس میں انہوں نے "نورِ محمدی" کا ذکر کیا ہے۔ اس میں انہوں نے رفاعیہ سلسلے کے بانی حضرت احمد الرفاعیؒ کی ایک دعا لکھی ہے۔ ویلیری لکھتی ہے:

"This belief is reflected in the prayers and songs of many of the major Sufi orders in Egypt. In the prayer of Aḥmad al-Rifā'ī (d.1178) founder of the Rifā'īyya order, Muḥammad is described as the pre-existent (asbaq) light of God… the dot of the ba of the primordial sphere, the secret of the secrets of the pivotal (quṭbīyya) alif, by which the turbidity of existence was clarified… He is Your primordial, pervading secret, and the water of the essence of flowing essentiality (jawhar al-jawhariyya't-jārī) by which You gave life to the existents, be they mineral, animal or plant. He is the heart of hearts and the spirit of spirits, and the knowledge of the good words, the first highest Pen, and the encompassing Throne; spirit of the body of both world, boundary of the two seas, the second of two, the pride of both worlds, Abu'I Qāsim, our lord Muḥammad Ibn 'Abdallah ibn 'Abd

---

[16] Joseph Hill, "Sufism Between Past and Modernity" in Hand Book of Contemporary Islam and Muslim Lives eds. Ronald Luken-Bull and Mard Woodward (Switzerland AG: Springer Nature, 2019), p.64

al-Muttalib, Your servant, Your prophet and Your apostle, the illiterate prophet."[17]

یہ عقیدہ مصر کے بڑے صوفی سلاسل میں سے اکثر کی دعاؤں اور مذہبی شاعری سے منعکس ہوتا ہے۔

رفاعیہ سلسلے کے بانی احمد الرفاہیؒ کی ایک دعا میں حضرت محمد ﷺ کو اس طرح بیان کیا گیا ہے:

اللہ تعالیٰ کا ازلی نور، اولین دائرے کی با کا نقطہ ءقطبیہ الف کے رازوں کا راز، جس کے ذریعے عالم کی آلودگی کو صاف کیا گیا۔۔۔ وہ تیرا پھیلتا ہوا راز ہیں، اور جوہر الجوہریۃ الجاری ہیں، جس کے ذریعے تو نے موجودات کو زندگی بخشی خواہ وہ جمادات ہوں، حیوانات ہوں یا نباتات، آپ ﷺ قلوب کے دل اور ارواح کی روح ہیں اور اچھے الفاظ کا علم، پہلا اعلیٰ ترین قلم اور پہلی جامع کرسی۔ اور دونوں جہانوں کے جسم کی روح، دو سمندروں کی سرحد، ثانی اثنین، دونوں جہانوں کا فخر، ابوالقاسم، ہمارے آقا حضرت محمد بن عبداللہ بن عبدالمطلب، تیرے بندے، تیرے پیغمبر، تیرے رسول، اور تیرے نبی امی (ﷺ)۔

محترمہ نے ایک فٹ نوٹ میں مصر کے چار تسلیم شدہ اقطاب کے متعلق بتایا ہے۔ عراق کے شیخ عبدالقادر الجیلانی متوفی 1144ء بانی سلسلۂ قادریہ کے بعد عراق کے شیخ احمد الرفاعی بانی سلسلۂ رفاعیہ کا اسم گرامی رقم کیا ہے۔[18]

8۔نائل گرین(Nile Green)

نائل گرین (پیدائش 1947ء) جنوبی ایشیاء اور اسلامی تاریخ کے پروفیسر ہیں۔ وہ اسلامی دنیا میں بغرضِ تحقیق متعداد اسفار کر چکے ہیں اور انہوں نے اسلامی تاریخ اور تصوف پر بہت کچھ لکھا ہے۔ انہوں نے سترہویں صدی کے بعد ہندوستانی تصوف "Indian Sufism Since the Seventeenth Century" ، اجنبیوں کی محبت (The Love of Strangers) ، تصوف: ایک عالمی تاریخ (Sufism: A Global History) جیسی کتب لکھی ہیں۔ نائل گرین جیسے مؤرخ نے اپنی مؤخر الذکر کتاب میں مختلف صوفیانہ سلاسل کا تعارف کرایا ہیں اور اُن کے بانیاں کے اسمائے گرامی تحریر کیے ہیں:

[17] Valerie J. Hoffman Ladd, "Devotion to the Prophet and His Family in Egyptian Sufism", International Journal of Middle East Studies, vol. 24, No. 4 (November 1992), pp.618-19

[18] Ibid, p. 632

"It would be easy to see the men after whom the major brotherhoods were named as genuine founder figures and so date the emergence of the brotherhood to their actual lifetimes: Abū Najīb al-Suhrawardī (d.1168), 'Abd al-Qādir al-Jīlanī (d.1166), Aḥmad ibn al-Rifā'ī (d.1182), Aḥmad al-Yasawī (d.1166?), Najm al-Dīn Kubrā (d.1221), Mu'īn al-Dīn Chishtī (d.1236), Abu'l Hasan al-Shadhilī (d.1258) Jalāl al-Dīn Rūmī (d.1273) and Bahā al-Dīn Naqshband (d.1189). In the case of some of these men, we do have evidence for new kinds of organizational activity, but on the whole we are looking at men who, through writing or preaching, achieved a fame and following in their lifetimes which their disciples and very often their families inherited and perpetuated after their deaths."[19]

یہ دیکھنا آسان ہوگا کہ وہ افراد جن کے ناموں پر بطور بانی سلاسل کے نام رکھے گئے اور اس طرح ان کے اصل عرصۂ حیات سے سلاسل کے معرض وجود میں آنے کی تاریخ معلوم ہوتی ہے: ابو نجیب السہروردی متوفی 1168ء عبدالقادر الجیلانی متوفی 1166ء، احمد ابن الرفاعی المتوفی 1182ء احمد الیسوی المتوفی 1144ء نجم الدین کبریٰ المتوفی 1221ء معین الدین چشتی المتوفی 1236ء ابوالحسن الشاذلی المتوفی 1258ء، جلال الدین رومی المتوفی 1273ء، بہاء الدین نقشبند المتوفی 1189ء ان شیوخ میں سے بعض کے متعلق نئی قسم کی تنظیمی فعالیت کا ہمیں ثبوت ملتا ہے لیکن مجموعی طور پر ہم ایسے افراد دیکھتے ہیں جنہوں نے اپنی تحریروں یا تبلیغ کے ذریعے شہرت حاصل کرلی اور اپنی زندگی میں ایسے معتقدین جو اُن کے خلفاء اور اکثر و بیشتر اُن کے خاندانوں نے، وراثت کے طور پر حاصل کیے اور اُن کے انتقال کے بعد بھی برقرار رہے۔

9۔ پروفیسر تھامس ایش (Thomas Eich)

پروفیسر تھامس ایش (پیدائش 1973ء) جرمنی کی ہمبرگ یونیورسٹی (University of Hamburg) کے ایشائی اور افریقی ادارے (Asia and Africa Institute) سے وابستہ ہیں۔

---

[19] Nile Green, Sufism: A Global History (UK: Wiley-Blackwell, 2012) pp.84-85

انہوں نے ایک علمی جریدے عربیکا(Arabica) میں اپنے ایک مقالے میں سلسلۂ رفاعیہ کا تعارف کرایا ہے۔اُن کے مقالہ کا عنوان

"Patterns of the 1920 rising in Iraq: The Rifā'īyya tarīqa and Shiism" ہے،

جس میں تھامس نے لکھا ہے:

"During the reign of Abdulhamid II (1876-1909) the Rifā'īyya received considerable support from the Porte: it expanded significantly in Iraq, as part of the sultan's policies directed towards Iraq's Shii population… The most important example in the renovation of the shrine of Aḥmad al-Rifā'ī, the Rifā'īyya founder, in Umm 'Abīda in the 'Amāra region during the 1880s. In his book Ibrāhīm al-Rāwī states that the shrine had been entirely derelict, and the sultan had invested significantly from him private purse. In addition, Nāṣir Pāsha, leader of the Muntafiq tribe, donated funds for the reconstruction of the dome of shrine. In both cases the doners were compensated by treasures, including the digging of a well. Of course, much of this is anecdotal evidence, which has to be treated cautiously since its primary aim is to prove Aḥmad al-Rifā'ī standing as a sufi saint. However, it clearly shows how the Rifā'īyya was linked to the Ottoman government as well as to the Bedouin population in rural Iraq during the 1880s."[20]

عبدالحمید دوم(1876-1909ء) کی حکومت کے دوران رفاعیہ کو دربار خلافت سے قابل ذکر اعانت ملی۔یہ سلسلہ عراق میں نمایاں طور پر پھیلا۔۔۔ایک بہت اہم مثال 1880ء کی دہائی کے دوران عمارہ کے علاقے اُم عبیدہ میں واقع سلسلۂ رفاعیہ کے بانی احمد الرفاعی کے مقبرہ کا مرمتی کام ہے۔اپنی کتاب میں ابراہیم الراوی رقمطراز ہے کہ مزار مکمل طور پر خستہ حال تھا اور سلطان نے اپنے ذاتی مال سے نمایاں طور پر خرچ کیا۔مزید برآں، ناصر پاشا نے جو منتفق قبیلے کا سربراہ تھا، مقبرہ کے گنبد کی از سر نو تعمیر کے لیے رقم فراہم کی۔رقم کا عطیہ دینے والے دونوں افراد کو بدلے میں بشمول ایک کنواں کی کھودائی کے خزانے عطا ہوئے۔البتہ اس کا زیادہ تر ثبوت حکایتی ہے جس کو سمجھنے میں احتیاط کرنی چاہیے کیونکہ اس کا بنیادی مقصد احمد الرفاعی کا رُتبہ بطور صوفی بزرگ ثابت کرنا ہے۔تاہم یہ واضح طور پر ظاہر کرتا ہے کہ رفاعیہ کیسے 1880ء کی دہائی میں دیہی عراق اور عثمانی حکومت کی بدوؤں کی آبادی دونوں سے جڑا ہوا تھا۔

[20] Thomas Eich "Abu'l-Hudā: The Rifā'ya and Shiism in Hamidian Iraq", Arabica, 56 (2009) p. 117

اس نے اپنے ایک اور مقالہ میں "Abu'l-Huda, the Rifāʻīyya and Shiism in Hamidian Iraq" میں بھی سلسلے رفاعیہ کا ذکر کیا ہے۔[21]

10۔انسائیکلوپیڈیا بریٹانیکا (Encyclopaedia Britanica)

برطانیہ کے معروف دائرۃ المعارف میں "رفاعیہ صوفی طریقہ "Rifāʻīyah Sūfī Order" کے عنوان سے اس سلسلہ اور اس کے بانی کا تعارف ان الفاظ میں کرایا گیا ہے:

"Rifāʻīyah, fraternity of Muslim mystics (Sūfīs), known in the West as howling dervishes, found primarily in Egypt and Syria and in Turkey until outlawed in 1925. An offshoot of the Qādirīyah established in Baṣra, Iraq, by Aḥmad ar-Rifāʻī (d. 1187), the order preserved his stress on poverty, abstinence, and self-mortification. It also performed the ritual prayer (dhikr) essential to all Sūfī orders in a distinct manner: members link arms to form a circle and throw the upper parts of their bodies back and forth until ecstasy is achieved. Then the mystics fall on a dangerous object, such as sword or snake, though such extremes, as well as thaumaturgical (magical) practices, probably appeared under Mongol influence during their 13th-century occupation of Iraq and have always been rejected by orthodox Islam."[22]

رفاعیہ مسلم صوفیہ کا ایک گروہ ہے جو مغرب میں شور مچاتے ہوئے درویشوں(howling dervishes) کے طور پر معروف ہیں، بنیادی طور پر مصر شام اور ترکی میں پائے جاتے تھے اور جنہیں 1935ء میں (ترکی میں) غیر قانونی قرار دے دیا گیا۔ بصرہ (عراق) میں سلسلۂ قادریہ کی ایک شاخ جس کی بنیاد احمد الرفاعی المتوفی 1187ء نے رکھی، اس سلسلے نے غربت، نفس کشی اور ریاضت پر زور دیا۔ یہ رسمی دعا (ذکر) جو تمام سلاسل کے لیے لازم ہے، ایک منفرد انداز میں کرتے ہیں؛ لوگ ایک دوسرے سے بازو ملا کر دائرہ بناتے ہیں اور اپنے جسم کے اوپر والے حصوں کو پیچھے کی طرف لے جاتے ہیں اور آگے لاتے ہیں یہاں تک کہ وجد میں آجاتے ہیں پھر یہ صوفیہ خطرناک چیزوں پر گرتے ہیں جیسے تلوار یا سانپ، ایسی شدت سے اور ساحرانہ مشقوں سے جو شاید منگولوں کے قبضے کے دوران تیرہویں صدی کے دوران شروع ہوئیں اور جنہیں راسخ العقیدہ مسلمانوں نے ہمیشہ مسترد کر دیا۔

---

[21] Thomas Eich "Abu'l-Hudā: The Rifāʻya and Shiism in Hamidian Iraq", Der Ilam, Vol 80 Issue (2003) pp. 142-152

[22] Annemarie Schimmel, Mystical Dimensions of Islam (Chapel Hill: The University of North Carolina Press, 1975) pp.248-249.

11۔پروفیسر این میری شمل(Annemarie Schimmel)

معروف جرمن اسکالر ڈاکٹر این میری شمل (1922-2003ء) ادبیاتِ اسلامی اور السنہ الشرقیہ کی ماہر تھیں۔ انہوں نے سیرت النبی ﷺ پر ایک کتاب And Muhammad is His Messenger لکھی ہے۔ تصوف اور اقبالیات پر اُن کے تحقیقی کام کو بڑی قدر کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے۔ بلادِ اسلامیہ میں لکھی جانے والی شاعری پر انہوں نے بہت کچھ لکھا ہے۔ اسلامی روحانیات کے حوالے سے انہوں نے درج ذیل کتب رقم کی ہیں، جو اس میدان میں اُن کی تحقیق وتدوین اور ژرف نگاہی کی مظہر ہیں:

Rumi's world: The Life and Work of the Great Sufi Poet
As Through a Veil: Mystical Poetry in Islam
Islam in the Indian Subcontinent
Pain and Grace
Mystical Dimensions of Islam.

مؤخر الذکر کتاب میں انہوں نے اسلام کے صوفیانہ پہلوؤں پر روشنی ڈالی ہے۔ اس میں انہوں نے معروف عراقی صوفی اور بانی سلسلۂ رفاعیہ کا تعارف ان الفاظ میں کرایا ہے:

"Almost contemporary with 'Abdu'l-Qādir al-Gīlānī, and also living in 'Irīq, was Aḥmad ar-Rifā'ī, founder of an order that appears more eccentric than the Qādirīyya--the Rīfā'iyya dervishes, known as the Howling Dervishes because of their loud dhikr. They are notorious for performing strange miracles, like eating live snakes, cutting themselves with swords and lances without being hurt, and taking out their eyes. "But this is something the sheikh did not know, nor did his pious companions we seek refuge from Satan with God!", exclaims Jāmī when speaking of these- aberrations-."[23]

شیخ عبدالقادر جیلانی (قدس سرہ العزیز) کے قریب قریب ہم عصر اور عراق میں اقامت پذیر اپنے سلسلہ کے بانی احمد الرفاعیؒ تھے جو قادریہ کی نسبت روایت سے زیادہ منحرف دکھائی دیتے ہیں۔ رفاعیہ درویشوں کو اپنے جہری ذکر کے باعث شور کرنے والے درویش (Howling Derishes) کے نام سے جانا جاتا ہے۔ وہ عجیب کرامات دکھانے کے لیے مشہور ہیں، جیسے زندہ سانپ نگل جانا، تلواروں سے اپنے آپ کو کاٹ دینا، بغیر زخم لگائے نیزہ مار لینا اور آنکھیں باہر نکال دینا۔ لیکن یہ ایسے کام ہیں جنہیں شیخ نہیں جانتے تھے اور نہ ہی اُن کے نیکوکار ساتھی ایسا کرتے

[23] Ibid p. 249

تھے۔جامی اُن کی خرابیوں کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں: "أَعُوذُ بِاللهِ مِنَ الشَّيطَانِ" (ہم اللہ سے شیطان کی پناہ مانگتے ہیں)

سلسلۂ رفاعیہ کی اشاعت کا ذکر کرتے ہوئے این میری شمل نے مزید لکھا ہے:

ایک صدی بعد-- جب عراق میں مسلم کلچر منگولوں کے ذریعے نیست و نابود ہو گیا-- تو مصر صوفیانہ سلاسل کا مرکز بن گیا۔طنطا کے احمد البدوی متوفی 1278ء نے ایک شاخ کی بنیاد رکھی جو مصر کی دیہی آبادی کے زیادہ تر لوگوں کو وابستگی کے لیے اپنی جانب کشش پیدا کی۔ لیکن قرون وسطی کے آخر میں مملوک خاندان کے کچھ افراد کے لیے باعثِ کشش بنا۔ سلطان خوش قدم کی زوجہ کو 1466ء میں بدویہ کے سُرخ علَم میں ڈھانپ کر دفن کیا گیا اور پندرہویں صدی کے دوران طنطا کے تہواروں میں مملوک حکومت کے افسران اور سپاہی اکثر شرکت کرتے۔ایک نوجوان مصری مصنف عبدالحکیم قاسم کا حال ہی میں طبع ہونے والا ناول طنطا کے سیّدی احمد کی تعظیم پر توجہ مرکوز کراتا ہے اور یہ گہری جڑیں رکھنے والے اس صوفی گروہ کے سماجی اور نفسیاتی پسِ منظر کی واضح منظر کشی کرتا ہے۔اس سلسلے کا سب سے زیادہ قابلِ ذکر نمائندہ الشعرانی المتوفی 1565ء ہے جو مصر کا آخری عظیم صوفی ہے۔ جس کا ادبی ورثہ مابعد کی صوفی فکر کے مخصوص اظہار کے حوالے سے دلچسپ ہے۔[24]

شمل نے اس سلسلے کے بارے میں مزید لکھا ہے:

"The Badawiyya is a rustic order that has adopted a considerable number of pre-Islamic customs. Its festivities are held according to the solar Coptic calendar and thus are connected with the Nile and its flood: signs of old fertility rites are therefore assimilated into the cult. That is why the Badawiyya never crossed the borders of its homeland, as was also the case with an order founded by Aḥmad's contemporary Aḥmad ad-Dasuqi in the same country."[25]

بدویہ ایک دیہاتی سلسلہ ہے جس نے قابلِ ذکر حد تک اسلام سے پہلے کی رُسوم اختیار کر لی ہیں۔اس کے تہوار شمسی قبطی تقویم کے مطابق ہوتے ہیں اور اس طرح دریائے نیل اور اس کی خوراک سے وابستہ ہیں۔ قدیم زرخیزی کی رسوم کی علامات اس طرح اس گروہ میں جمع ہو گئی ہیں۔یہی وجہ ہے کہ بدویوں نے اپنے وطن کی سرحد سے باہر کبھی قدم نہیں رکھا جیسا کہ اسی ملک کے احمد کے معاصر احمد الدسوقی کے قائم کردہ سلسلے میں ہوا تھا۔

---

[24] Ibid
[25] Ibid p. 176

دیگر مصنفین کی طرح ڈاکٹر این میری شمل نے ایک اور مقام پر بھی رفاعی درویشوں کو Howling Dervishes قرار دیا ہے۔[26]

12۔کلفرڈ ایڈمنڈ بوسورتھ(Clifford Edmund Bosworth)

سی-ای- بوسورتھ(1928-2015ء)معروف برطانوی مستشرق تھا۔وہ برطانیہ کی معروف جامعات سے منسلک رہا جن میں سینٹ اینڈریوز یونیورسٹی، پرنسٹن یونیورسٹی اور ایکسیٹر یونیورسٹی شامل ہیں۔اس نے اسلام کی تاریخ کے حوالے سے متعدد کتب لکھیں۔جن میں

The Islamic Dynasties ،The History of al-Tabari

(تاریخ الرسل والملوک کا انگریزی ترجمہ)، The Later Ghaznavids :

History of Civilizations of Central Asia

اور Hudud al-‘Alam: The Regions of the World وغیرہ شامل ہیں۔اس نے انسائیکلوپیڈیا آف اسلام، انسائیکلوپیڈیا ایرانیکا، انسائیکلوپیڈیا بریٹانیکا اور انسائیکلوپیڈیا امریکانا میں اسلام اور عالمِ اسلام کے حوالے سے متعدد مقالات تحریر کیے۔اُس نے "رفاعیہ" کے عنوان سے انسائیکلوپیڈیا آف اسلام میں اس سلسلے کا تعارف کراتے ہوئے لکھا ہے:

"It is unclear whether the founder, Aḥmad al-Rifāʿī, was a mystic of the thaumaturgic, miracle- mongering type, but the order which he founded and which was developed by his kinsmen certainly acquired its extravagant reputation during the course of the 6th/12th century; it may not be without significance that the order grew up in the Lower Irāḳ marshlands between Wāsit and Başra where there was a mélange of faiths and beliefs, Muslim, Christian, Mandaean, etc., with many older survivals. Already, Ibn Khallikān (wrote ca. 654/1256) reported that the Rifāʿī dervishes rode on lions in the Baṭāʾiḥ and that eating live snakes and walking on hot coals were amongst their practices."[27]

یہ واضح نہیں ہے آیا کہ احمد رفاعی قدس سرہ العزیز بانی سلسلہ ایک تعجب انگیز اور صاحبِ کرامت تھے، لیکن وہ سلسلہ جس کی انہوں نے بنیاد رکھی اور جسے ان کے رشتہ داروں نے ترقی دی، یقیناً چھٹی صدی ہجری یا بارہویں

[26] Ibid

[27] Bosworth, C. E., "Rifaiyya", The Encyclopedia of Islam (Leiden: E. J., Brill 1995) Vol. VIII, p. 525

صدی عیسوی میں اپنی بے احتیاطی کے حوالے مشہور ہو گیا۔ یہ بات اہمیت سے خالی نہیں کہ اس سلسلہ نے واسط اور بصرہ کے مابین، زیریں عراق کے مرطوب علاقے میں نشوونما پائی جہاں ادیان اور عقائد کا ملغوبہ تھا، جن میں مسلم، عیسائی، باطنی فرقہ والے اور دیگر بہت سے قدیم باقی رہ جانے والے (مذاہب کے لوگ) شامل تھے۔ پہلے ہی ابن خلکان (جنہوں نے 654ھ/1256ء کے قریب لکھا ہے) کی روایت ہے کہ رفاعی درویش بطائح میں ایسے کام کرتے جیسے شیروں کی سواری کرنا، زندہ سانپ کھالینااور گرم کوئلوں پر چلنا۔

اس سلسلے کے درویشوں کے متعلق بوزورتھ نے مزید لکھاہے:

"Al-Rifāʿī's retreat in the marshlands was a focus for visiting dervishes, some of whom founded their own orders, such as the Badawiyya, Dasūḳiyya and Shādhiliyya, and it was the prototype for many zawiyas which sprang up. Ibn Battuta [..] frequently mentions the strange practices of their devotees. Thus when in Wāsiṭ in 727/1327, he visited Aḥmad al- Rifāʿī's shrine at Umm ʿUbayda, where he saw throngs of people and witnessed fire-walking and fire- swallowing (Rihla, ii, 4-5, tr. Gibb, ii, 273-4); an eastern counterpart of these practices were those of the Kalandars, dervishes of the Ḥaydariyya order, which he witnessed in India (Rihla, ii, 6-7, iii, 79-9, tr. ii, 274-5, iii, 583)."[28]

الرفاعی کا مرطوب نشیبی علاقوں میں واپس آنا سیاح درویشوں کے لیے توجہ کا مرکز بن گیا۔ جن میں سے بعض نے اپنے سلاسل کی بنیاد رکھی۔ جیسے بدویہ، دسوقیہ اور شاذلیہ اور یہ بہت سے معرض وجود میں آنے والے زاویوں کے لیے ایک نمونہ تھا۔ ابن بطوطہ اکثر اس سلسلے کے وابستگان کی عجیب وغریب حرکات کا ذکر کرتا ہے۔ لہذا 727ھ /1327ء میں جب اس نے اُمّ عبیدہ میں احمد الرفاعیؒ کے مزار پر حاضری دی جہاں اس نے لوگوں کے ہجوم کو آگ پر چلتے اور انگارے نگلتے ہوئے دیکھا (رحلہ 2: 54/ترجمہ گب 4:2-2-273)۔ ایسی حرکات کرنے والے مشرق میں ان کے مماثل قلندر تھے، جو حیدریہ سلسلے کے درویش تھے جنہیں اس نے ہندوستان میں دیکھا تھا (رحلہ 2: 6-7، 3: 79، ترجمہ 2: 274-5، 3: 585)۔

خلاصۂ بحث

شیخ احمد کبیر رفاعی رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں مستشرقین کی تحریروں سے یہ مترشح ہوتا ہے کہ انہوں نے تصوف میں اس عظیم صوفی کی خدمات کو زیادہ ترمثبت انداز میں پیش کیا ہے اور ان کی حیات مبارکہ کے مختلف ادوار

[28] Ibid

کے احوال بیان کیے ہیں اور ان کی خدمات قلم بند کی ہیں۔ تاہم کرامات کو بعض مقامات پر غلط رنگ دینے کی کوشش کی گئی ہے۔ سلسلہ ء رفاعیہ کے فروغ کے حوالے سے بھی مستشرقین نے لکھا ہے کہ یہ سلسلہ کیسے عرب و عجم میں مقبول ہوا۔ بعض متشرقین نے اسے سلسلہ قادریہ کی ایک شاخ قرار دیا اور دیگر بعض مغربی اسکالرز نے شاذلیہ سلسلے کو رفاعیہ کا ذیلی سلسلہ بتایا ہیں۔ یہ دونوں باتیں بلکل غلط ہیں۔

This work is licensed under a Creative Commons Attribution 4.0 International License